اس میں اسکیم چلانے والے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کو پہلے ماہ میں تیس ہزار (۳۰۰۰۰) روپے مل جاتے ہیں، جس میں صرف پانچ ہزار روپے کی چیز اسے دینی پڑتی ہے اور باقی پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) روپے اپنی تجارت میں لگالیتا ہے، یا کسی دوسری ضرورت میں اسے صرف کرتا ہے، اس طرح اسکیم چلانے والے کو چوالیس ماہ تک کچھ نہ کچھ رقم بچتی رہتی ہے اور صرف پانچ ہزار کی چیز دینی پڑتی ہے۔

ممبروں کا فائدہ اس میں یہ ہے کہ پہلے ماہ کی قرعہ اندازی میں نام نکلنے والے کو سو روپے میں، دوسرے ماہ میں نام نکلنے والے کو دوسو روپے میں اور تیسرے ماہ میں نام نکلنے والے کو تین سو روپے میں پانچ ہزار کی مقررہ چیز مل جاتی ہے اور جس کا نام قرعہ میں نکل آتا ہے پھر اس کو بقیہ رقم بھرنی نہیں پڑتی، نہ اس کا نام دوبارہ قرعہ میں ڈالا جاتا ہے اور یہ معاملہ فریقین کی رضامندی سے طے ہوتا ہے، چناں چہ حضرت مولانا مفتی محمود حسنؒ رقم طراز ہیں،

> یہ معاملہ شرعاً درست نہیں، وقتِ عقد ثمن مبیع متعین ہونا چاہیے، وہ یہاں متعین نہیں، بلکہ مجہول میں کمی زیادتی ظاہر ہے، جتنی رقم دی ہے، اس پر زیادتی کون سے عقد کی بناء پر ہے، اس کو قمار بھی کہا جاسکتا ہے اور ربا بھی۔ (۱)

مفتی شبیر احمد قاسمی (مرادآباد) لکھتے ہیں:

قرعہ اندازی اور اسکیم کا یہ معاملہ شرعی طور پر سود اور قمار دونوں کے دائرہ میں داخل ہے، اس لیے اس طرح کی اسکیم میں حصہ لینا اور قرعہ اندازی سے طے شدہ اشیا حاصل کرنا ناجائز وحرام ہے۔ (۲)

غرض کہ یہ اسکیم شرعی طور پر سود اور قمار دونوں کو شامل ہے، کیوں کہ اس میں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ پہلے ماہ کی قرعہ اندازی میں نام نکلے گا، یا دوسرے قرعہ اندازی میں کس کا نام آئے گا؟ یہ محض بخت و اتفاق پر مبنی ہوتا ہے، فقہا کے نزدیک اسی کو قمار کہتے ہیں، لہٰذا اس طرح کی اسکیم چلانا اور اس میں حصہ لینا اور قرعہ اندازی سے طے شدہ اشیا کا حاصل کرنا شرعاً ناجائز ہے اور اس

---

(۱) شعبۂ تخصص فی الفقہ المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد کے سندی مقالہ کا ایک حصہ

(۲) شعبۂ تحقیق المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد

سے اجتناب و احتراز ضروری ہے۔

انعامی اسکیموں کے ساتھ چیزیں فروخت کرنا

کچھ عرصہ سے بہت سی کمپنیاں اپنے ناقص سامان کو زیادہ سے زیادہ فروخت کرنے کے لیے مختلف اسکیمیں بناتی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اپنی مصنوعات کی ہر پیکٹ میں ایک سے پانچ یا سات تک کوئی ایک نمبر ہوتا ہے، لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اگر وہ یہ نمبر پورے جمع کرلیں تو انھیں ایک عدد گھڑی، گانوں کی کوئی کیسٹ یا کوئی اور قیمتی چیز بطور انعام دی جائے گی، انعام حاصل کرنے کی لالچ میں لوگ بلاسوچے سمجھے ناقص اور صحت کے لیے نقصاندہ چیزیں خریدتے جاتے ہیں، اس طرح ایک طرف تو یہ اپنی محنت کا پیسہ برباد کرتے ہیں اور دوسری طرف بعض اوقات اپنی صحت کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں۔

یہ انعامی اسکیم غریب و نادار لوگوں کے ساتھ ظلم ہے، کیوں کہ یہ انھیں بے جا فضول خرچی اور غیرضروری خریداری کی طرف صرف انعام کی لالچ میں راغب کررہی ہے، جس کے نتیجے میں ایک عام آدمی کے محدود مالی وسائل نہ صرف متاثر ہوتے ہیں، بلکہ اس کے لیے مالی مشکلات اور ذہنی پریشانیوں کا باعث بھی بنتے ہیں، کیوں کہ ان انعامی اسکیموں کے جاری کرنے والے مفاد پرست عناصر نے کمال ہوشیاری کے ساتھ ایسے حربے اپنائے ہیں کہ اوّل تو انعام نکلتا ہی نہیں اور اگر نکلتا ہے تو بھی لاکھوں خریداروں میں سے صرف ایک آدھ کا، نتیجہ ظاہر ہے کہ مایوسی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

اس اسکیم کو کمپنی کی طرف سے انعامی کوپن کا بڑا دل کش نام دیا جاتا ہے، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ کمپنی انعام کے نام پر اپنی چیزیں فروخت کرتی ہیں اور خریداروں میں سے ہر خریدار گویا اس نام پر ہی چیزیں خریدتا ہے کہ اس سے انعام ملے گا، گویا اس اسکیم و کاروبار کا خلاصہ خرید و فروخت بشرط انعام ہے اور شرعاً ایسی خرید و فروخت ناجائز و باطل ہے، جس میں کوئی ایسی خارجی شرط لگائی جائے جس میں فریقین میں سے کسی ایک کا نفع ہو، کیوں کہ حضور اقدس ﷺ نے ایسی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے، جس میں شرط لگائی جائے۔

سنت کا مصداق وہ امور ہیں جن کا ثبوت نبی کریم ﷺ یا آپ کے اصحاب سے ہو (اصول فقہ)

جیسے حدیث نبوی ﷺ ہے:

أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نہٰی عن بیع و شرط. (۳)

حضور اقدس ﷺ نے شرط کے ساتھ بیع سے منع فرمایا ہے۔

اور اگر شرط کے ساتھ خرید و فروخت کی ہے، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیع اور شرط دونوں فاسد ہے۔(۴)

دوسری طرف اس میں اکثر انعام ملتا ہی نہیں یہ ''غرر کثیر'' اور دھوکہ دہی ہے اور غرر قمار کی اقسام میں سے ہے، اس لیے انعامی اسکیم کا یہ طریقہ شرعاً ناجائز و حرام ہے۔(۵)

بند ڈبوں کی تجارت

بازاروں اور نمائشوں میں مختلف مالیت کے بند ڈبے فروخت کیے جاتے ہیں کہ کسی میں ایک پیسہ کا بھی مال نہیں ہوتا ہے اور کسی میں زیادہ مال ہوتا ہے، لوگ اس کو قسمت آزمائی سمجھ کر اختیار کرتے ہیں، یہ بھی کھلی ہوئی قمار بازی اور جوا ہے، اس لیے یہ ناجائز و حرام ہے۔(۶)

گاہکوں کے لیے ترغیبی انعام

دورِ حاضر میں سود اور قمار کے نت نئے طریقے ایجاد ہو چکے ہیں، ان میں بعض تو ظاہر و باطن ہر دو اعتبار سے قمار ہے جب کہ بعض میں صرف اس کا شائبہ پایا جاتا ہے، نیز کچھ معاملات ایسے بھی ہیں، جن میں نہ تو سود ہے اور نہ ہی قمار، البتہ اس کے اندر قمار ہی کا جذبہ کارفرما ہے۔

ان ہی میں سے وہ رواج ہے، جو آج کل چل پڑا ہے کہ جب مارکیٹ میں سامان پہنچ جاتا ہے تو جس سامان کی قیمت مثلاً سو روپے کے اوپر ہوتی ہے، اس میں خریدار کو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے وہ سامان کی قیمت Ten Persent (دس فی صد) سے کم ادا کرے یا پوری قیمت ادا کرکے انعامی کارڈ لے لے، انعامی کارڈ لینے کی صورت میں جو چیز کوپن سے نکل آتی ہے، وہ چیز اسے فوراً مل جاتی ہے اور انعام میں کوئی نہ کوئی سامان ہوتا ہے۔

(۳) فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۳۱۱ (۴) ایضاح النوادر ۱/۱۲۳۔۱۲۵

(۵) نصب الرایۃ ۴/۱۷ (۶) نصب الرایۃ ۴/۱۷

یاد رہے کہ: کبھی واجب کے لفظ کا اطلاق فرض و واجب دونوں پر ہوتا ہے (اصول فقہ)

خریداری کی اس صورت میں چوں کہ مبیع اور ثمن دونوں متعین کردہ ضابطے کے مطابق انعام میں دیتے ہیں، اس لیے یہ صورت جائز درست ہوگی، یہ تو مسئلہ کا ظاہری پہلو ہے، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ کاروبار کے اس طریقہ کے پیچھے قمار ہی کا ذہن کارفرما ہے، اس لیے ایسے معاملہ کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہیے، بلکہ حوصلہ شکنی کی جانی چاہیے اور موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے اس میں کراہت کا پہلو ضرور ہے، یہی رائے استاذِ مکرم فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب (حفظه الله ورعاه) کی بھی ہے۔(۷)

انعامی کمیٹی

انعامی کمیٹی کا طریقہ یہ ہے کہ ایک آدمی یا چند آدمی کسی نام سے ایک کمیٹی قائم کرتے ہیں اور اس میں مثلاً دس ہزار ممبر بناتے ہیں اور ہر ممبر سے دس روپے فیس لی جاتی ہے، کُل رقم ایک لاکھ ہوجاتی ہے، اور اس رقم سے وہ اپنا کاروبار چلانا شروع کرتے ہیں اور ممبران کو ان کی اصل رقم (دس روپے) اس طریقہ سے واپس کرتے ہیں کہ ہر ماہ پانچ سو روپے کے انعامات کھولے جاتے ہیں، آٹھ انعامات پچیس پچیس روپے کے اور ایک انعام تین سو روپے کا اور ان انعامات کو بذریعہ قرعہ اندازی نامزد کیا جاتا ہے، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ تمام ممبران کے ناموں کو الگ الگ پرچوں پر لکھ کر اسے ایک ڈبہ میں ڈالا جاتا ہے، پھر اس میں سے ۹ پرچے ہر ماہ نکالے جاتے ہیں، جس ممبر کا نام قرعہ میں نکل آتا ہے، اس کو پرچی پر لکھی ہوئی رقم کے مطابق رقم دی جاتی ہے، اسی طرح یہ سلسلہ پانچ سال تک چلتا رہتا ہے اور ہر ماہ ۹، ۹ پرچے نکالتے رہتے ہیں اور پرچہ پر لکھی ہوئی رقم کے مطابق ہر ممبر کو رقم ملتی رہتی ہے اور جس ممبر کو رقم مل جاتی ہے اسے دوبارہ قرعہ میں شامل نہیں کیا جاتا ہے اور اس کا تعلق کمیٹی سے باقی نہیں رہتا ہے، پانچ سال بعد بقیہ ۹۴۶۰ ممبران کے لیے کمیٹی نے جو بونس (نفع) شروع میں مقرر کیا ہے، وہ مع اصل رقم کے واپس کردیتی ہے۔(۸)

کمیٹی قائم کرکے ممبر بنانے کا یہ طریقہ درست نہیں ہے، کیوں کہ اس میں قمار اور سود

(۷) دیکھیے: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶/۲۷۵۔۲۷۷

(۸) دیکھیے: جواہر الفقہ ۲/۳۴۴

☆میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی)☆

دونوں شامل ہیں، سود اس لیے کہ جو بونس اخیر میں ۹۴۶۰ ممبروں کو دیا جا رہا ہے، وہ اس کمیٹی میں شریک ہوتے وقت ہی متعین کر دیا جاتا ہے اور اسی کو سود کہتے ہیں، پھر قرعہ اندازی کے ذریعہ جو ہر ماہ بعض کو تین سو اور بعض کو پچیس روپے ملتے ہیں، یہ بلا محنت کے صرف بخت و اتفاق سے ملتے ہیں، اسی کا نام شریعت میں قمار ہے، اس لیے ایسے ادارے میں ممبر بننا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ معصیت اور گناہ میں تعاون ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، ''وَلاَ تَعَاوَنُوعَلَی الاثِمِ وَ العُدوَانِ''۔ (المائدہ،۶)

نمائشوں کے انعامی ٹکٹ

آج کل نمائشوں میں یہ طریقہ بھی مروج ہے کہ نمائش گاہ کے اندر جانے کے لیے ٹکٹ متعین ہوتا ہے اور نمائش کے منتظمین کی طرف سے یہ سہولت ملتی ہے کہ جو شخص مثلاً دس ٹکٹ یک مشت خرید لے گا اسے ایک ٹکٹ مزید دیا جائے گا، جس کی وجہ سے دس ٹکٹ خریدنے والا شخص بھی نمائش گاہ میں داخل ہونے کا مستحق ہو سکے گا، بلکہ یک مشت ٹکٹ خریدنے والے کے لیے انعام بھی مقرر ہوتا ہے، جس کی ادائیگی قرعہ اندازی کے ذریعہ کی جاتی ہے۔

یہ صورت اگرچہ صریح قمار کی نہیں ہے، کیوں کہ ٹکٹ کے دس خریدار مہیا کرنے پر اس نے جو محنت کی تھی اس کا معاوضہ اسے بطور داخلہ نمائش گاہ میں ملتا ہے، جو حقیقت میں اُجرت ہے اور شرعاً اُجرت لینا درست ہے، البتہ اگر اس شخص کی نیت ہی موہوم انعام حاصل کرنا ہو تو وہ ایک گونہ ''قمار'' کا ارتکاب کر رہا ہے، اس لیے اسے اس سے بچنا چاہیے، لیکن اگر کوئی شخص صرف نمائش دیکھنے کی غرض سے گیا اور اسے دس اور نمائش گاہ دیکھنے والے مل گئے اور ان سب کا پیسہ اکٹھا کر کے اس نے سب کے لیے یکشمت ٹکٹ خریدا اور پھر اسے مفت ایک اور ٹکٹ یا انعام مل گیا، تو وہ قواعد کی رو سے ''قمار'' کا مرتکب نہیں کہلائے گا۔ (۹)

شرکت میں نفع ونقصان کو قرعہ سے تقسیم کرنا

بعض لوگ برابر رقم لگا کر شرکت میں کاروبار کرتے ہیں، شروع سے یہ بات طے ہوتی

(۹) مستفاد از، اسلام اور جدید معاشی مسائل ۲۷۵

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

کرتے ہیں کہ ہر ماہ قرعہ اندازی میں جس کا نام نکل آئے گا، وہی نفع ونقصان کا ذمہ دار ہوگا، خواہ ہر ماہ ایک ہی آدمی کے نام قرعہ نکلتا ہے، اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ فرماتے ہیں۔

یہ طریقہ مکمل طور پر قمار یعنی جوا ہے،اس لیے شرکت کا یہ طریقہ ناجائزوحرام ہے۔(۱۰)

قسطوں پر روپیہ جمع کر کے سامان حاصل کرنا اور انعام لینا

تجارت کے مروّجہ طریقوں میں سے ایک یہ ہے کہ قسطوں پر روپیہ جمع کر کے سامان حاصل کرے اور اس کے ساتھ قرعہ اندازی میں نام نکل آنے پر کوئی زائد چیز بطور انعام بھی دی جاتی ہے۔

اس کی یہ صورت ہوتی ہے کہ کوئی تاجر یا کمپنی، سائیکل یا سلائی مشین وغیرہ کے سلسلہ میں بیں ماہ کے لیے خریداروں کو ممبر بناتی ہے، ہر خریدار کو خریداری نمبر دیتی ہے اور ہر خریدار مثلاً بارہ روپے بیں ماہ تک جمع کرتا رہتا ہے، اس طرح ہر خریدار بیں ماہ میں کل رقم مبلغ دوسو چالیس (۲۴۰) روپے جمع کردیتا ہے، تو شئی خریدار کو دی جاتی ہے اور ان ممبروں کی ترغیب وتحریض کے لیے تاجر یا کمپنی ہر ماہ قرعہ اندازی بھی کرتی ہے اور جس کا نام قرعہ اندازی میں نکل آتا ہے، اسے اختیار ملتا ہے کہ اب چاہے تو قسطیں بند کردے اور یہ سائیکل لے لے یا دوسری سائیکل قسطوں کے اختتام پر حاصل کرلے، اس شکل کو بیع سلم مانا جائے گا یا نہیں؟ اور یہ جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ (متوفی،۱۹۹۶ء) کا فتویٰ ملاحظہ فرمایئے،

> بیع سلم کے لیے مجلس عقد میں (راس المال) ثمن پر مسلم الیہ کا قبضہ ضروری ہے، وہ یہاں مفقود ہے، اگر ثمن کا کچھ حصہ دے دیا جائے اور کچھ حصہ مسلم الیہ کی طرف بطور دَین کے ذمہ میں پہلے سے تھا تو مقدارِ دَین میں بیع سلم باطل ہوجائے گی اور صرف مقدار مخصوص میں صحیح رہے گی،
>
> ”فان اسلم مائتی درهم فی کُرّبُرّ مائة دینار علیه أی علی المسلم الیه ومائة نقد انقلها رب السلم وافترقا علی ذلک

(۱۰) احسن الفتاویٰ ۸/۲۰۸

فاسلم فی حصة الدین باطل "(۱۱) اور صورتِ مذکورہ میں بائع کے ذمہ مقدار بائع کو دی جائے اور پھر اس قرض کے عوض سائیکل خریدی جائے تو یہ بیع مداینہ کے قبیل سے ہوجائے گی، ہر ماہ ایک سائیکل انعام میں دینا لالچ دے کر خریداروں کو بڑھانا ہے کہ خریدار بلا ضرورت مبلغ ۱۲روپے ماہانہ جمع کرادیا کریں، پھر ایک سائیکل تو بہرحال ملے گی ہی، ممکن ہے کہ انعام بھی نکل آئے، اگر اس انعام کی صورت میں خریدار کا روپیہ ضائع ہونے کی صورت نہیں، جیسا کہ صورتِ مذکورہ سے ظاہر ہوتا ہے اور قیمت بھی پوری دیتا ہے، یہ نہیں کہ قیمت پوری ہونے سے پہلے (خواہ ایک ہی خط پر سہی) اگر نام نکل آئے تو سائیکل مل جائے اور بقیہ قیمت ساقط ہوجائے، تب تو یہ صورت جائز معلوم ہوتی ہے، ورنہ تو یہ جوئے کی شکل میں ہوکر ناجائز ہوجائے گی۔(۱۲)

پری پیمنٹ اسکیم

بعض لوگ ایسی اسکیم چلاتے ہیں، جس میں چند ممبران اور ایک نگران اعلیٰ ہوتے ہیں اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اس میں ڈھائی سو ممبران پچاس ماہ کے لیے بنائے جاتے ہیں اور نگران اعلیٰ بعض ممبر سے ماہانہ ایک سو روپے اور بعض سے دوسو روپے وصول کرتا ہے اور ہر ماہ قرعہ اندازی کرتے ہیں اور قرعہ میں اگر ایک سو روپے والے کا نام نکل آتا ہے تو اس کو پانچ ہزار (۵۰۰۰) روپے اور اگر دوسو والے کا نام نکل آتا ہے تو اس کو دس ہزار (۱۰۰۰۰) روپے دیتے ہیں اور اخیر ماہ میں بقیہ تمام ممبران کو اپنی جمع کردہ رقوم واپس مل جاتی ہیں، ایک بار قرعہ اندازی میں جن لوگوں کا نام نکل آیا، دوبارہ نہ تو اس کا نام قرعہ اندازی میں شامل کیا جاتا ہے اور نہ ہی ان سے بقیہ اقساط وصول کی جاتی ہیں، بلکہ ان کی بقایا اقساط کی ادائیگی کی ذمہ داری نگران اعلیٰ پر ہوتی ہے، کیوں کہ ہر ماہ قرعہ میں نام نکلنے والے ممبر کو رقم ادا کرنے کے بعد جو رقم بچتی ہے، اس

---

(۱۱) مستفاد از، جواہر الفقہ ۳۴۵/۲

(۱۲) آپ کے مسائل اور ان کا حل ۸۹/۶

کے لیے ممبران نے یہ حق دیا ہے کہ ان کی اس رقم سے نگران اعلیٰ پچاس ماہ تک جو چاہیں کاروبار کریں، لیکن پچاس ماہ کی مدت کے بعد باقی تمام ممبران کو مقررہ وقت پر ان کی تمام جمع شدہ رقم بغیر کسی نفع یا نصان کے واپس کرنی ہوگی، اس لیے نگران اعلیٰ اپنا نقصان کو پورا کرنے کے لیے ان کی جمع کی ہوئی رقوم سے کاروبار کرتے ہیں۔

مذکورہ اسکیم واضح طور پر قمار اور سود ہے، کیوں کہ اس اسکیم میں اہم شرط یہ ہے کہ جس ممبر کا نام بھی قرعہ میں نکل آیا اس سے بقیہ اقساط نہیں لی جائیں گی اور نام نکل آنے پر اسے مقررہ رقم دی جاتی ہے، دوسری طرف یہ کہ رقم جمع کرانے کا مقصد زیادہ رقم حاصل کرنا ہوتا ہے اور اسکیم جاری کرنے والے کی تحریک بھی یہی ہوتی ہے کہ ہر ممبر قرعہ اندازی میں حصہ لے کر نام نکلنے پر زائد رقم حاصل کرے، اس وجہ سے اس میں جوا اور سود دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں جو کہ حرام و ناجائز ہیں، لہٰذا اس اسکیم میں شرکت اور تعاون کرنا حرام ہے اور جس شخص کو سو روپے کے بدلے پانچ ہزار روپے اور دو سو روپے کے بدلے دس ہزار روپے ملتے ہیں، وہ زائد رقم اس کے لیے جائز نہیں،(۱۳) بلانیت ثواب غرباء پر خرچ کردے۔

قسطوں پر کوئی شئی خریدنا

ایک موٹر سائیکل جو نقد لینے سے پانچ ہزار روپے میں ملتی ہے اور قسط وار لینے سے پانچ ہزار پانچ سو روپے میں ملتی ہے، تو کیا ایسی چیز کو قسطوار لینا جائز ہے؟ اس سلسلہ میں مولانا مفتی محمود حسن صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں رقم طراز ہیں،

> نقد اور ادھار کی قیمت میں فرق ہونا منع نہیں، مگر قسطیں متعین ہوجائیں اور پھر یہ نہ ہو کہ کسی قسط کے وقت متعین پر وصول نہ ہونے سے مزید اضافہ قیمت میں کیا جائے، وصول شدہ رقوم ہی ضبط ہوجائے اور موٹر سائیکل بھی ہاتھ سے چلی جائے، ایسی صورت ہو تو شرعاً یہ معاملہ درست نہیں، بلکہ اس میں سود اور جوا ہوگا، ان دونوں کی ممانعت نصوص میں مذکورہ ہے۔(۱۴)

(۱۳) درمختار مع شامی ۴/۲۰۹، ط: نعمانیہ

(۱۴) فتاویٰ محمودیہ ۱۳/۳۵۶، نیز دیکھیے: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶/۲۶۹

مکروہ تحریمی وہ فعل ہے جس کے کرنے سے عبادت ناقص ہوجاتی ہے اور کرنے والا گناہ گار ہوتا ہے

قسطوں پر زمین کی خرید وفروخت

آج کل یہ بھی رائج ہے کہ لوگ غریبوں کی آسانی کے نام پر ان کے خون پسینہ کی کمائی کو چوستے رہتے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ معمولی قیمت کی چیز کو قسط وار روپے وصول کرنے کی اسکیم کے تحت زیادہ قیمت میں فروخت کیا جائے، پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ نقد اور ادھار میں قیمت کے اعتبار سے فرق ہونا شرعاً کوئی وجہ ممانعت نہیں ہے، لیکن اس کے پیچھے جو شرائط ہوتی ہیں، ان کی وجہ سے معاملہ عموماً صحیح نہیں ہوپاتا ہے۔

زمین کے قسط وار بیچنے کی ایک صورت یہ ہے کہ مثلاً دوسو گز زمین کی قیمت ساٹھ ہزار روپے متعین کی جاتی ہے اور خریدار کو پابند کیا جاتا ہے کہ اس میں پانچ ہزار روپے نقد ادا کرے اور بقیہ رقم ماہانہ پانچ سو روپے کے حساب سے ۱۱۰ ماہ تک مسلسل ادا کرے، اگر معاملہ صرف اتنا ہی ہوتو غریبوں کو واقعتاً آسانی ہوگی اور ان حضرات کا یہ عمل قابل ستائش ہے، لیکن افسوس کی بات ہے کہ بعض دفعہ اس میں ایک اور شرط لگادیتے ہیں کہ قسط وار خریدنے والے شخص نے اگر ہر ماہ پانچ سو روپے کی ادائیگی میں کسی وجہ سے تاخیر کی، تو اس کے جرمانہ میں وہ کچھ زائد رقم ادا کرے گا، مثلاً ایک مہینہ تک کوئی خریدار قسط جمع کرنے میں ناغہ کردے تو پانچ سو روپے کے بجائے پانچ سو بیس روپے اگلے ماہ میں جمع کرنا ہوگا، یہ بیس روپے ظاہر ہے کہ سود ہے، جو کسی طرح درست نہیں ہے۔

اگر شخص نے مزید تاخیر کی اور مسلسل چھ ماہ تک اپنی قسط جمع نہ کرسکا، تو سود کی شرح مزید بڑھا دی جاتی ہے اور بعض دفعہ یہ شرط بھی شامل ہوتی ہے کہ اگر خریدار مسلسل ایک یا دو سال (حسبِ ضابطہ) تک اپنی قسط جمع نہ کرسکا، تو اس کے پہلے کی جمع شدہ رقم ضبط ہوجائے گی، ظاہر ہے یہ بھی سود ہے، جس کی وجہ سے معاملہ باطل قرار پاتا ہے۔(۱۵)

اس دور میں سود وقمار کے علاوہ ایک خرابی یہ ہے کہ جب تک خریدار مکمل قسط ادا نہیں کرتا، اس وقت تک اس کو خریدی ہوئی زمین قانونی طور پر سپرد نہیں کی جاتی ہے، یعنی اس زمین کے متعلق کاغذات میں اس کا نام شامل نہیں کیا جاتا، بلکہ بیچنے والے ہی کے قبضہ میں رہتا ہے،

(۱۵) مستفاد: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۲۶۶/۶-۲۶۸

حرام وہ فعل ہے کہ جس کے نہ کرنے کا لازمی مطالبہ کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو (اصول فقہ)

حالاں کہ خریدار کو مبیع کی سپردگی ایک لازمی شرط ہے۔

قرعہ ڈال کر ایک دوسرے سے کھانا

آج کل بعض نوجوانوں میں قرعہ ڈالنے کا یہ طریقہ بھی رواج پا رہا ہے کہ چند لوگ روزانہ ایک ہوٹل میں جمع ہوجاتے ہیں اور آپس میں قرعہ اندازی کرتے ہیں، جس کا نام نکلتا ہے وہی کھلاتا ہے، اس میں اکثر ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کسی آدمی کا نام ہفتہ میں چار مرتبہ آیا، کسی کا دو مرتبہ اور کسی کا ایک مرتبہ بھی نہیں آیا اور بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ کبھی کبھار ہوٹل میں ملاقات ہوجاتی ہے تو آپس میں قرعہ اندازی کرتے ہیں اور پھر جس کا نام نکل آتا ہے، وہ آج کے تمام اخراجات کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

قرعہ اندازی کے ذریعہ کھلانے پلانے کا یہ طریقہ صریح قمار ہے اور بالکل جائز نہیں ہے، البتہ پہلی صورت اس طرح ہو کہ جس کا نام ایک بار قرعہ میں نکل آئے، آئندہ اس کا نام قرعہ اندازی میں شامل نہ کیا جائے، یہاں تک کہ تمام رفقاء کی باری پوری ہوجائے تو جائز ہے، دوسری صورت میں تو کسی طرح بھی جائز نہیں ہے، اس لیے اس طریقہ سے کھانا پینا نہیں چاہیے۔(۱۶)

ممبر در ممبر بنانے کی اسکیم

آج کل ایسے ادارے بھی ہیں جو ممبر در ممبر اسکیم کو آگے بڑھاتے ہیں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ادارہ ایک آدمی کو ممبر بناتا ہے اور اس سے پانچ سو روپے فیس لیتا ہے اور اس کے ذمہ یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ مزید پانچ ممبر ادارہ کے لیے بنائے، جب وہ ایک آدمی کو ادارہ کا ممبر بنا دیتا ہے تو اس شخص کو دو سو روپے ملتے ہیں اور جب پانچ ممبر کی تعداد مکمل کردیتا ہے تو اسے مزید آٹھ سو روپے ملتے ہیں، اس طرح اسے ایک ہزار روپے مل جاتے ہیں، ادارہ ہر نئے ممبر سے پانچ سو روپے ممبری فیس وصول کرتا ہے اور اس پر یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ ادارے کے لیے پانچ ممبر بنائے اور اس طرح ممبر بنانے کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، جب بھی ادارہ میں نئے ممبر کا اضافہ ہوتا ہے تو ادارہ کو بلا محنت و مشقت مفت میں تین سو روپے کا فائدہ ہوجاتا ہے اور

(۱۶) فتاویٰ محمودیہ ۳۵/۱۳

☆جس نے قبل از وقت کسی شی کے حصول کی کوشش کی اسے اس سے محرومی کی سزا دی جائے گی☆

ممبر کو بلاعوض دو سو روپے کا فائدہ ہوتا ہے۔

یہ اسکیم کھلی ہوئی قمار بازی ہے اور اس میں سود بھی پیدا ہوجاتا ہے، اس لیے یہ صورت ناجائز وحرام ہے۔

انعامی بانڈز خریدنا

انعامی بانڈز کے نام سے بینک جب کوئی سیریز (Series) نکالتا ہے تو اس Bonds کو لوگ خریدتے ہیں، اس Series کے ذریعے جو رقم عوام سے بینک وصول کرتا ہے، اسے بینک عموماً سودی قرضہ پر لگا دیتا ہے، پھر Bank سود وصول کر کے اس میں سے کچھ اپنے لیے رکھتا ہے اور کچھ قرعہ اندازی کے ذریعہ ان لوگوں میں تقسیم کردیتا ہے، جنھوں نے Price Bonds خریدے تھے۔

Price Bonds میں ملنے والی رقم ناجائز وحرام ہے، کیوں کہ قرعہ اندازی کی جو رقم عوام کو ملتی ہے، وہ اصل میں سود ہی کی رقم ہوتی ہے اور اگر یہ شکل ہو کہ Bank اس رقم کو سودی قرضہ پر نہ دے، بلکہ اس کو کسی اور جائز کا کاروبار میں لگادے اور اس کاروبار سے جو نفع ہو، وہ نفع قرعہ اندازی کے ذریعہ Bond خریدنے والوں کو تقسیم کردے، پھر بھی یہ Price Bonds پر ملنے والی رقم جائز نہیں ہوگی، اس کے ناجائز ہونے کی کئی وجوہ ہیں،

۱۔ (Partner Ship) پارٹنر شپ کے بزنس میں نفع ونقصان دونوں کا احتمال ہوا کرتا ہے، جب کہ یہاں Bank کی طرف سے نقصان کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

۲۔ شرعی اُصول کے مطابق (Partner Ship) پارٹنر شپ کے کاروبار میں جب نفع ہوتا ہے، تو اس میں نفع میں سے (Partner) شریک کو حصہ رسدی کے اعتبار سے نفع ملنا چاہیے، شرکاء کے درمیان نفع کی تقسیم قرعہ اندازی کے ذریعہ کرنا کھلا ہوا قمار ہے، کیوں کہ اس میں کچھ کو تو نفع ملتا ہے، جب کہ بعض کو بالکل نہیں ملتا ہے، بینک والے اگرچہ اسے انعام کا نام دیتے ہیں، لیکن زہر کو اگر کوئی تریاق کہے تو وہ تریاق نہیں بنتا، بلکہ زہر اپنی جگہ زہر ہی رہتا ہے، اس لیے یہ انعام نہیں حقیقت میں قمار اور سود ہے، جو شرعاً درست نہیں۔(۱۷)

(۱۷) نصب الرایۃ ۴/۱۷

☆میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی)☆

چٹھی ڈالنا

آج کل دکان داروں کے یہاں چٹھی ڈالنے کا رواج عام ہے، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ چند آدمی آپس میں مل کر قرعہ اندازی کے ذریعہ یا کسی اور طریقہ سے ایک صدر منتخب کرتے ہیں اور جملہ حضرات اس کے پاس یومیہ روپیہ جمع کرتے ہیں اور ہر ماہ قرعہ اندازی کے ذریعہ کسی ایک کو اس پوری رقم کا مستحق قرار دیتے ہیں، مثلاً بیس افراد پر مشتمل کمیٹی بنائی جاتی ہے اور ہر شخص یومیہ ایک سو روپے صدر کمیٹی کے پاس جمع کرتا ہے، تمام افراد کا روپیہ مل کر ایک ماہ ساٹھ ہزار روپے ہوجاتا ہے، اس رقم کو پہلے ماہ میں صدر کمیٹی کو بلا قرعہ اندازی کے دے دیتا ہے، دوسرے ماہ سے باقی انیس افراد کے نام قرعہ اندازی کی جاتی ہے، جس شخص کا نام قرعہ میں نکل آتا ہے اس کو ایک ماہ کی جملہ رقم ساٹھ ہزار (۶۰۰۰۰) دے دی جاتی ہے، اسی کو بعض علاقوں میں بیسی ڈالنا بھی کہتے ہیں۔

اس میں ہر شخص کو اپنی جمع کی ہوئی رقم مکمل طور پر مل جاتی ہے، نہ اس میں زیادہ ملتی ہے اور نہ ہی کم، البتہ اس میں اتنی بات ضرور ہے کہ ہر آدمی کو تقدیم و تاخیر سے رقم ملتی ہے، چٹھی ڈالنے کی یہ صورت شرعاً جائز ہے، جب کہ باری باری سب کو ان کی رقم واپس مل جائے، یہ ایک دوسرے کے تعاون اور قرضِ حسنہ کی صورت ہے، اس لیے اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔(۱۸)

البتہ یہ ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص درمیان میں اس میں سے نکلنا چاہے تو حسبِ ضابطہ اسے نکلنے کی اجازت ہونی چاہیے اور کسی کا انتقال ہوجائے تو اس کی رقم بھی اس کے ورثہ کو واپس ملنی چاہیے۔

چٹھی کی ایک ناجائز صورت

چٹھی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایک کمیٹی کل سو ممبر پندرہ ماہ کے لیے بناتی ہے اور ہر ممبر سے یومیہ سو روپیہ وصول کرتی ہے، ہر ماہ قرعہ اندازی کرتی ہے اور جس ممبر کا نام قرعہ میں نکل آتا ہے وہ پندرہ ماہ میں جتنی رقم جمع کرنی پڑے گی، اتنی ہی رقم اسی وقت وہ لے لیتا ہے اور بقیہ مہینوں میں اسے کوئی رقم کمیٹی والوں کو ادا نہیں کرنی پڑتی ہے، اسی طرح پندرہ ماہ سے پہلے

(۱۸) دیکھیے: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶/۲۶۲

پہلے ہر مہینہ کے ختم پر قرعہ اندازی میں جس کا نام نکل آتا ہے، اسے پندرہ ماہ میں جتنی رقم جمع کرنی ہوتی ہے، اتنی ہی رقم دے دی جاتی ہے اور اس کا تعلق کمیٹی سے بالکل ختم ہوجاتا ہے، پندرہ ماہ مکمل ہونے پر بقیہ ممبروں کو بیک وقت ۴۵،۴۵ ہزار روپے دے دیے جاتے ہیں، اس کو مثال سے یوں سمجھیے کہ پہلی مرتبہ جس کا نام قرعہ اندازی میں نکل آئے گا، وہ صرف تین ہزار روپے دے کر ۴۵/ہزار حاصل کرے گا اور جس کا نام دوسرے ماہ میں نکلے گا وہ چھ ہزار روپے جمع کرکے ۴۵/ہزار روپے لے لے گا، ایسا ہی تیسرے اور چوتھے ماہ وغیرہ کا حال ہے، غرض جن جن ممبروں کو رقم ملتی رہے گی ان کا تعلق کمیٹی سے ختم ہوتا رہے گا، پندرہ ماہ پورے ہونے پر باقی پچاس ممبران کو بھی ۴۵، ۴۵/ہزار روپے ادا کردیا جاتا ہے۔

اب صورتِ حال کچھ اس طرح بنتی ہے کہ سو ممبران کی پہلی ماہ میں کمیٹی کے پاس تین لاکھ روپے جمع ہوتے ہیں اور اس میں سے وہ قرعہ میں نام نکلنے والے شخص کو ۴۵/ہزار روپے ادا کردیتی ہے تو اس کے پاس دو لاکھ پچپن ہزار (۲۵۵۰۰۰) روپے بچتے ہیں، اسی طرح پندرہ ماہ کے اندر جس ایک آدمی کا نام قرعہ میں نکلتا ہے تو ۴۵/ہزار ادا کرنے کے بعد کمیٹی کے پاس ایک معتد بہ رقم بچتی رہتی ہے، جب پندرہ ماہ مکمل ہوجاتا ہے تو پھر ہر ممبر کو ۴۵/ہزار روپے کمیٹی کو ادا کرنی پڑتی ہے، اس طرح کمیٹی کو اپنی طرف سے مزید تین لاکھ پندرہ ہزار (۳۱۵۰۰۰) روپے ادا کرنا پڑتا ہے، جو اس کا نقصان ہے، مگر اس نقصان ک پورا کرنے اور خود اپنا فائدہ نکالنے کے لیے وہ سیونگ بینک میں ہر روز اس رقم کو جمع کرتی ہے یا اس رقم سے اس طرح بزنس کرتی ہے کہ جب کوئی چیز مارکیٹ میں سستی ملتی ہے اس کا ذخیرہ کرلیتی ہے، اور جب مارکیٹ میں مال ختم ہوجاتا ہے یا مہنگا ہوجاتا ہے تو اسے زیادہ قیمت میں فروخت کرتی ہے یا پھر انعامی بانڈز زیادہ تعداد میں خرید لیتی ہے، جس سے اس کے نقصان کی تلافی ہوجاتی ہے اور اسے نفع بھی حاصل ہوتا ہے۔

چٹھی ڈالنے کی یہ صورت کھلا ہوا قمار اور سود کا مجموعہ ہے، اس لیے اس کے حرام اور باطل ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔(۱۹)

---

(۱۹) دیکھیے: احسن الفتاوی ۷/۲۶، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶/۲۷۲

☆من استعجل الشئی قبل اوانه عوقب مجرمانه ☆

امداد باہمی کی ایک ناجائز صورت

سرکاری ملازمین اور کمپنی وغیرہ کے ملازمین کے درمیان یہ معاملہ بھی رائج ہے کہ ''امدادِ باہمی'' کا عنوان دے کر بیس پچیس ملازمین آپس میں اپنی تنخواہ سے ہر ماہ ایک مخصوص رقم جمع کر لیتے ہیں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بیس ملازمین آپس میں اپنی تنخواہ سے ہر ماہ ایک سو روپے جمع کرتے ہیں، پھر ان روپوں کو انہی ممبران میں کم قیمت پر فروخت کر دیتے ہیں، یعنی جس ملازم ممبر کو دوسرے ضرورت مند ملازم کے مقابلہ میں زیادہ ضرورت ہوتی ہے، وہ دو ہزار کی رقم ہزار یا بارہ سو میں لے لیتا ہے اور جو رقم بچ جاتی ہے، باقی انّیس ممبران حصہ رسدی کے اعتبار سے آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں، یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ تمام ممبران ختم ہو جاتے ہیں، یعنی تمام ممبران باری باری اس طرح لیتے رہتے ہیں۔

یہ سسٹم شرعی نقطۂ نظر سے ناجائز و حرام اور غلط ہے، کیوں کہ اس میں ناجائز ہونے کی کئی وجوہ ہیں، مثلاً:

۱۔ تنخواہ کا یہ جزو نقد ہوتا ہے اور نقد کی خرید و فروخت کمی بیشی کے ساتھ جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں ''مثلا بمثل یدًا بیدٍ''(۲۰) برابر سرابر ہونے کو ضروری قرار دیا گیا ہے، شرعی اصطلاح میں اس معاملہ کو ''بیع صرف'' کہا جاتا ہے اور اس میں جو زیادتی ہوگی وہ سود ہوگی ''والفضل ربوا'' اور سود شرعاً درست نہیں ہے۔

۲۔ اس معاملہ میں سود کے ساتھ ساتھ قمار اور جوا بھی ہے، قمار کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اس بات کا امکان ہے کہ جس نے پہلی قسط لے لی، وہ مزید انیس قسطیں جمع کرنے سے پہلے ہی انتقال کر جائے، تو اس صورت میں حسبِ حصہ بقیہ تمام ممبروں کا حصہ ضائع ہوا، اسی طرح اگر کسی نے ابھی تک کوئی قسط نہیں لی اور اس دوران اس کا انتقال ہو جائے، تو اس کی جمع کی ہوئی رقم ضائع ہو جاتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ بیس قسطوں کی ادائیگی تک ہر شخص کا زندہ رہنا ضروری نہیں ہے، لہٰذا اس طرح کی اسکیم میں شامل ہونا گویا مال کو موضع ''خطر'' میں ڈالنا ہے، جو درست نہیں ہے اور اسی کو فقہا ''قمار'' کہتے ہیں: اس لیے یہ معاملہ ''قمار''

(۲۰) دیکھیے: جدید فقہی مسائل ۱/۲۷۱، نیز آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶/۲۷۰

☆عام کی تخصیص نیت کے ساتھ دیانۃ مقبول ہوتی ہے نہ کہ قضاءً☆

میں داخل ہونے کی وجہ سے درست نہ ہوگا۔

۳۔ یہ معاملہ ''مفضی الی النزاع'' بھی ہے، یعنی اس میں نزاع و اختلاف کا بھی اندیشہ ہے: اس لیے کہ جو ممبر چند قسطیں دینے اور دو ہزار وصول کرنے کے بعد درمیان سے نکل جانا چاہے تو بقیہ ممبران اس کو نکلنے نہیں دیں گے، جبر کریں گے یا دی ہوئی رقم کی واپسی کا مطالبہ کریں گے اور ظاہر ہے کہ اس میں نزاع پیدا ہوگی۔

اسی طرح اگر کوئی چند قسطیں دینے کے بعد دو ہزار کی رقم وصول کرنے سے پہلے الگ ہونا چاہے اور اپنے دیے ہوئے روپوں کی واپسی کا مطالبہ کرے تو اس میں بھی نزاع کا اندیشہ ہے اور جو معاملہ اپنے نوعیت کے اعتبار سے اس طرح کا ہو، وہ ''غرر کثیر'' میں شامل ہونے کی وجہ سے فاسد و ممنوع قرار پائے گا۔

امدادِ باہمی کی ایک جائز صورت

بعض اداروں میں ''امدادِ باہمی'' کے نام سے یہ طریقہ جاری ہے کہ ایک ہی ادارہ کے ملازمین اپنی تنخواہ سے ایک یا دو روپے فی کس کے حساب سے اس وقت جمع کرتے ہیں، جب کسی ملازم کی ملازمت کے دوران کسی حادثہ میں مالی یا جانی نقصان ہوجائے، یا وہ حسنِ خدمت سے سبکدوش ہوجائے تو یہ روپیہ اسے یا اس کے ورثہ کو دے دیتے ہیں، تاکہ انھیں اسے لاحق ہونے والے حادثہ میں کچھ مدد مل سکے۔

اس میں نہ تو قرعہ اندازی ہوتی ہے اور نہ واپسی کا مطالبہ ہوتا ہے اور نہ ہی ''مفضی الی النزاع'' ہونے کا امکان ہے: اس لیے یہ طریقہ شرعاً جائز و درست ہے: بلکہ حقیقی معنوں میں امدادِ باہمی ہے۔

ماہنامہ وغیرہ کی لائف ممبری

جن اداروں سے اخبارات و رسائل اور بعض ماہنامے جاری ہیں، وہ اپنے ممبروں سے سالانہ چندہ وصول کرتے ہیں، ان میں ایک صورت لائف ممبری کی بھی ہوتی ہے، یعنی سالانہ چندہ وصول کرنے کے بجائے ان سے یک مشت رقم کچھ زیادہ مقدار میں لے لی جاتی ہے اور

ادارہ اسے اطمینان دلاتا ہے کہ جب تک یہ ادارہ ہے آپ اس کے مستقل ممبر اور رکن ہیں اور جب تک یہ رسالہ یا اخبار جاری رہے گا، آپ کی خدمت میں یہ رسالہ پابندی سے پہنچتا رہے گا۔

بعض ادارے ایسے ممبروں کو محسن، مربی، معاون خصوصی وغیرہ کا نام بھی دیتے ہیں، لائف ممبری کے واسطے جو رقم دی جاتی ہے، وہ عموماً عطیہ کی ہوتی ہے، اسی وجہ سے اگر کسی وجہ سے رسالہ بند ہوجاتا ہے تو لائف ممبر ادارہ سے واپسی رقم کا مطالبہ نہیں کرتا۔

بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ لائف ممبر بننا سود اور قمار میں داخل ہے: اس لیے یہاں اس کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے، لائف ممبری درحقیقت ایک اعزازی رکن ہوتا ہے اور جو رقم وہ دیتا ہے اس سے اس کا مقصود ادارہ کو عطیہ اور اعانت و امداد کرنا ہوتا ہے، اس لیے یہ صورت جائز ہے اور جو پرچہ یا رسالہ ان کے پاس پابندی سے پہنچتا رہتا ہے، وہ بھی اعزازی طریقہ پر ہی ہدیہ ہوتا ہے، یہ بیع و شراء نہیں ہے، کہ مبیع و ثمن کو کسی درجہ مجہول مان کر اسے ناجائز قرار دیا جائے، پس لائف ممبر بننا شرعاً جائز و درست ہے،(۲۱) البتہ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے اس کو قمار کی شکل قرار دے کر ناجائز قرار دیا ہے۔(۲۲)

اخباری معمے

''حل معمہ'' کے عنوان سے بہت سے اخباروں اور ماہواری رسالوں میں ایک مخصوص کالم ہوتا ہے، آج کل یہ کاروباری شکل اختیار کرگیا ہے، معمہ کی مختلف صورتیں لکھ کر اشتہار دیا جاتا ہے کہ جو شخص اس کا صحیح حل کر کے بھیجے اور اس کے ساتھ اتنی فیس مثلاً ایک روپیہ بھیجے گا تو جن لوگوں کے حل صحیح ہوں گے ان میں سے انعام اس شخص کو دیا جائے گا، جس کا نام قرعہ اندازی میں نکل آئے، اس میں بعض ادارے بڑے بڑے انعامات بھی مقرر کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عام غریب طبقہ کے لوگ یہ سمجھ کر کہ فیس معمولی ہے، ایک روپیہ ضائع ہی ہوگیا تو کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا اور نام نکل آنے کی صورت میں دو لاکھ مل جائے گا، تین لاکھ مل جائے گا، اس طمع میں قوم کے ہزاروں، لاکھوں افراد معموں کا حل اور ان کے ساتھ ایک ایک روپیہ بھیج دیا کرتے

(۲۱) دیکھیے: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۲۷۱/۶۔۲۷۲

(۲۲) صحیح بخاری، حدیث نمبر ۲۱۷۷، ۲۱۳۴، ۲۱۷۴، صحیح مسلم، باب الربا، حدیث نمبر ۱۹۸۴، باب الصرف و بیع الذہب بالورق نقدا، حدیث نمبر ۱۵۸۷، سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی الصرف، حدیث نمبر ۳۳۴۹

☆ الغرم بالغنم ☆ خسارہ نفع کے ساتھ ساتھ ہی ہوتا ہے ☆

ہیں، یہ کھلا ہوا قمار اور جوا ہے، کیوں کہ اس میں ہر شخص ایک روپیہ اس امید پر روانہ کرتا ہے کہ مجھے ہزاروں روپے ملیں گے اور اگر نہ مل سکے تو زیادہ سے زیادہ میرا صرف ایک روپیہ ضائع ہوگا، اسی کا نام اسلام میں قمار ہے، بعض رسالوں میں یہ کاروبار کروڑوں کی حد تک پہنچ جاتا ہے، اس میں اگر وہ بے ایمانی بھی نہ کریں بلکہ وعدہ کے مطابق انعامات کی تقسیم کردیں تب بھی ان حضرات کو لاکھوں کروڑوں کا فائدہ ہوتا ہے، جو حقیقت میں غریبوں کی کمائی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام غریب سے غریب ہوتے چلے جاتے ہیں اور وہ لوگ ان کا خون چوس کر کروڑ پتی بنتے جاتے ہیں۔

اس شکل کے حرام اور ناجائز ہونے کی ایک یہی وجہ کافی ہے: کیوں کہ اسلام کے اقتصادی نظام میں اُصولی طور پر شدت کے ساتھ اس کا انسداد کیا گیا ہے کہ دولت عوام کے ہاتھوں سے سمٹ کر چند افراد کے ہاتھوں میں چلی جائے۔(۲۳)

حل معمہ کا رواج اس وجہ سے اور بھی زیادہ سخت اور ہزاروں گناہوں کا مجموعہ ہوجاتا ہے کہ اِس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے کے لیے علی الاعلان عوام کو دعوت دی جاتی ہے، ہر ایک آدمی جو اس میں حصہ لیتا ہے قرآن کے کھلے ہوئے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے، اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے اس طرح اِس کاروبار کے چلانے والوں پر ان سب کے گناہوں کا وبال ہوتا ہے اور جو لوگ اس کاروبار کی کسی طرح سے کسی درجہ میں اعانت کرتے ہیں، وہ بھی شریک گناہ ہوتے ہیں اس طرح بیک وقت لاکھوں، کروڑوں مسلمان علانیہ طور پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے صریح حکم کے خلاف کرتے ہیں، جس میں دین دار مسلمان بھی شریک ہوجاتے ہیں: اس لیے اس سے پورے طور پر آدمی کو بچتے رہنا چاہیے۔

اسی طرح معمہ بازی کا ایک طریقہ ایسا بھی ہے کہ جس میں فیس تو جمع نہیں کرنی پڑتی، لیکن یہ ضروری ہے کہ معمہ کے حل کے ساتھ کوپن نمبر بھیجے، یعنی ادارے یہ اعلان کردیتے ہیں کہ کوئی بھی شخص معمہ حل بھیجیں گے، تو کوپن نمبر بھی ضرور بھیجیں، جن لوگوں کا حل صحیح ہوگا، ان میں سے قرعہ اندازی میں جس کا نام نکل آئے گا اس کو انعام دیا جائے گا۔

---

(۲۳) فتاویٰ رحیمیہ ۲/۴۲۳

یہ صورت بھی لوگوں کو سبز باغ دیکھا کر پھنسانا ہے: کیوں کہ اس میں معمہ کا حل بھیجنے کے لیے کوپن نمبر ضروری ہے اور کوپن نمبر کے لیے رسالہ یا اخبار کا خریدنا ضروری ہوگیا، اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں ہے: کیوں کہ ایک رسالہ یا اخبار میں ایک ہی کوپن ہوتا ہے، اس کوپن کو کاٹ کر حل معمہ کے ساتھ بھیجنا پڑتا ہے، یہ طریقہ بھی ایک طریقہ سے فیس ہی کی ہے: اس لیے یہ بھی قمار ہے اور اس کے ناجائز ہونے میں کوئی تردد نہیں ہے۔

البتہ اگر کسی نے کوئی رسالہ یا اخبار پڑھنے کے لیے دیا ہے اور وہ اس سہولت پر بھی عمل کرلیتا ہے، تو کیا یہ بھی اسی صورت میں شامل ہے اور کیا یہ بھی جائز ہے؟ تو اس میں ظاہری اعتبار سے تو کوئی قباحت نہیں: کیوں کہ اس نے اپنی طرف سے کوئی فیس کسی طریقہ سے بھی ادا نہیں کی، بلکہ مفت میں کوپن مل جانے پر اس نے اس پر عمل کر ڈالا، لیکن اگر اس معاملہ کو گہری نظر سے دیکھا جائے تو اس کے پیچھے بھی ایک طریقہ سے قمار ہی کارفرما ہے: کیوں کہ اس نے مفت میں کوپن مل جانے پر حلِ معمہ میں حصہ لیا، اگر اس کا نام قرعہ میں نکل آئے تو اس کو جو انعام ادارہ کی طرف سے دیا جائے گا، کیا وہ اپنی طرف سے دے گا؟ ظاہر ہے اپنی طرف سے الگ سے رقم تو نہیں دے گا، بلکہ اس کو بھی اسی رقم سے انعام دے گا، جو دیگر افراد نے اپنی فیس کے طور پر جمع کی ہے: اس لیے اس طرح کے معمہ جات سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔(۲۴)

معمہ حل کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ اس میں نہ تو فیس ادا کرنی پڑتی ہے اور نہ ہی کوئی کوپن بھیجنا پڑتا ہے، بلکہ اس میں صرف معمہ کا حل بھیجا جاتا ہے پھر جن لوگوں کا صحیح حل نکل آتا ہے، ان سب کے درمیان قرعہ اندازی کی جاتی ہے، جس کا نام قرعہ اندازی میں نکل آتا ہے اس کو انعام دیا جاتا ہے، اس صورت میں ظاہری اعتبار سے کوئی قباحت نظر نہیں آتی ہے، اس لیے معمہ حل کرنے کی یہ صورت شرعاً جائز و درست معلوم ہوتی ہے اور ایسا معمہ حل کرنے میں کئی لوگوں کے اندر علم کا شوق بڑھتا ہے اور انعام کو اس کے لیے ترغیب کا ذریعہ قرار دیا جاسکتا ہے: اس لیے معمہ حل کرنے یہ صورت صحیح و درست ہے۔(۲۵)

---

(۲۴) فتاویٰ محمودیہ ۱۶/۴۴۸، ط، گجرات

(۲۵) دیکھیے: جواہر الفقہ ۲/۳۴۴، فتاویٰ محمودیہ ۱۲/۳۵۸، اسلامی فقہ ۲/۲۵۶، ایضاح النوادر ۱/۱۴۳، حلال و حرام ۳۸۰ (مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ٹکٹ بیچنا

مروّجہ طریقوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض صنعتی وتجارتی ادارے کی طرف سے اعلان کیا جاتا ہے کہ ان کی مصنوعات کے سلسلے میں جو متعینہ ٹکٹ ادارے سے خرید کر کے فروخت کردے گا، ادارہ اس کو فلاں چیز (شئی مخصوص) بطور انعام دے گا، اس طریقہ سے جو چیز حاصل کی جائے گی، وہ ناجائز وحرام ہوگی، اس کے ناجائز ہونے کی چند وجہیں ہیں: ایک تو اس میں یہ شرط چھپی ہوئی ہے کہ اگر متعینہ ٹکٹ نہ فروخت ہوسکا تو روپیہ ضبط ہو جائے گا، گویا اس کی منفعت بخت و اتفاق پر مبنی ہے اور اسی کو قمار کہتے ہیں، اسی طرح اس ''عقدبیع'' میں یہ شرط لگایا کہ تم اتنے (متعین) ٹکٹ بیچ کر دوسرے خریدار مہیا کردو، تو فلاں شئی دی جائے گی، شرط فاسد ہے، لہٰذا ان وجوہات کی بنا پر ٹلٹ بیچنے کا یہ طریقہ کار بھی ناجائز وحرام اور باطل قرار پایا۔(۲۶)

ہلال احمر کمپنی وغیرہ کے ٹکٹ خریدنا

ہلال احمر (ریڈکراس) خدمت خلق کے کاموں میں مشہور ہے اور اس کی خدمات نمایاں و قابل تحسین ہیں، مگر اس میں روپیہ جمع کرنے کا ایک طریقہ ایسا ہے جس میں قمار کی آمیزش پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ پانچ روپے اور تین روپے کی ٹکٹیں فروخت کی جاتی ہیں اور حاصل شدہ رقم میں سے ہر ماہ قرعہ اندازی کی جاتی ہے، جن لوگوں کے نام قرعہ میں نکل آتے ہیں ان کو تین لاکھ اور ڈیڑھ لاکھ روپے انعام کے نام پر دیے جاتے ہیں اور جن لوگوں کا نام قرعہ میں نہیں نکلتا، ان کی رقم واپس نہیں ہوتی ہے، بلکہ وہ رقم سوخت ہوجاتی ہے اور بچ جانے والی رقم کو عطیہ خون، امبولنس، شفاخانوں، ایکسرے، لیبارٹری اور بیماروں کی تیمارداری وغیرہ میں خرچ کیا جاتا ہے، نیز ادارہ ناگہانی آفات سے متاثر ہونے والوں کی بھی امداد کرتا ہے، یہ سود اور جوا کا مجموعہ ہے، اس لیے حرام ہے۔

اسی طرح میانمار (برما) میں خود حکومت کی طرف سے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ وہ پانچ روپے سے لے کر پانچ سو روپے تک کے مختلف ٹکٹیں بیچتی ہے، ان میں چھ نمبر ہوتے ہیں

(۲۶) المجموع شرح المہذب ۱۵/۱۵۰

اور حاصل شدہ رقم سے ہر ماہ ان نمبروں کے ذریعہ قرعہ اندازی کی جاتی ہے، جن لوگوں کے ٹکٹ کا نمبر قرعہ میں نکل آتا ہے ان کو دو ہزار سے پانچ کروڑ تک جو مقرر ہے، وہ رقم انعام کے نام سے دی جاتی ہے اور جن لوگوں کا نمبر نہیں نکلتا، ان کی رقم سوخت ہوجاتی ہے، اور بقیہ رقم رفاہی کاموں پر خرچ کرتی ہے اور فوجیوں کی تنخواہ وغیرہ دیتی ہیں، نیز اس رقم سے اسلحہ وغیرہ بھی خریدا جاتا ہے اور دیگر ملازمین کی تنخواہ وغیرہ بھی دی جاتی ہے، ہر ماہ جن جن لوگوں کا نام قرعہ میں نکل آتا ہے، ان کو سرکار نے یہ سہولت بھی دے رکھی ہے کہ وہ اس رقم سے جو بھی کاروبار کرے گا، اس پر سرکاری ٹیکس ادا نہیں کرنا پڑے گا، خواہ یہ کاروبار نسل درنسل ہی کیوں نہ چلے۔

اسی طرح تھائی لینڈ حکومت کی طرف سے بھی چھ نمبر کی ٹکٹیں فروخت کی جاتی ہیں، اس کے فروخت کرنے کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ چھ نمبر میں سے کوئی ایک چن کر اس پر جتنے روپے خریدار ادا کرسکتا ہے، ادا کرے، حتی کہ پانچ روپے سے لے کر پانچ لاکھ اور پانچ کروڑ تک ایک ٹکٹ میں لگایا جاسکتا ہے، اور ہر ماہ قرعہ اندازی کرکے صرف ایک ہی نمبر نکالے جاتے ہیں، مثلاً: قرعہ میں ''۵۷۹۶۴۳'' یہ چھ نمبر نکل آئے، تو اب جن جن لوگوں کے پاس یہ مکمل نمبر ہوتے ہیں، ان کو ایک روپیہ کے بدلے پانچ سو (۵۰۰) روپے دیے جاتے ہیں اور جن جن لوگوں کے پاس اخیر کا پانچ نمبر ''۵۷۹۶۴'' یا شروع کا پانچ نمبر ''۷۹۶۴۳'' موجود ہوتا ہے، ان کو ایک روپے کے عوض چارسو (۴۰۰) روپے اور جس کے پاس اخیر کا چار نمبر ''۵۷۹۶'' یا شروع کا چار نمبر ''۹۶۴۳'' ہے اس کو ایک روپے کے بدلے تین سو (۳۰۰) روپے اور جس کے پاس آخری تین نمبر ''۵۷۹'' یا شروع کا تین نمبر ''۶۴۳'' ہے، اس کو ایک روپے کے بدلے دوسو (۲۰۰) روپے کے حساب سے انعام دیا جاتا ہے اور جن کا ترتیب مذکور کے لحاظ سے نمبر نہیں ہوتا، ان کو کچھ بھی نہیں ملتا، حتی کہ ان کی رقم بھی واپس نہیں کی جاتی ہے، بلکہ سوخت ہوجاتی ہے اور رقم کو حکومت رفاہی کاموں میں خرچ کرتی ہے۔

ان دونوں ممالک میں ٹکٹ بیچنے کا یہ طریقہ کھلا ہوا ''قمار'' اور جوا ہے، حکومت کی طرف سے اس کا نام انعام رکھ دینے کی وجہ سے وہ انعام نہیں ہوجاتا کہ ''زہر کو تریاق کہنے سے وہ تریاق نہیں ہوجاتا۔''

☆جلب مصلحت کی نسبت مفاسد کو دور کرنا زیادہ بہتر ہے☆

لاٹری کی خرید وفروخت

آج کل بازاروں میں لاٹری کی سینکڑوں صورتیں رائج ہیں، جن میں سے چند مشہور صورتوں کا نام تذکرہ گزشتہ سطور میں آچکا ہے، لاٹری کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ بازاروں میں مخصوص جگہ پر لاٹری کی ٹکٹیں مختلف قیمتوں کی ہوتی ہیں، خریدار وہاں پہنچتے ہیں اور اپنے لحاظ سے کسی ایک قیمت یا مختلف قیمتوں کے مختلف ٹکٹیں خرید لیتا ہے، پھر اسے متعینہ رقم ملتی ہے، جو اکثر اوقات روپیہ ہی کی صورت میں ہوتی ہے، حالاں کہ عقد معاوضہ میں ایک طرف سے کم اور دوسری طرف سے زیادہ رقم ہونے کی صورت میں سود ہوجاتا ہے، جو شرعاً درست نہیں ہے اور لاٹری نکلنے کی صورت میں یہی ہوتا ہے، نیز اس میں نفع ونقصان مبہم اور خطرہ میں رہتا ہے کہ اگر نام نکل آیا تو نفع ہوگا اور اگر نہ نکلا تو اصل پونجی بھی ڈوب جائے گی، پھر یہ نفع ٹکٹ خریدنے والوں کی محنت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ محض بخت واتفاق پر مبنی ہے کہ اسی کا نام نکل آیا، ایسے ہی مبہم اور پُرخطر نفع و نقصان کو ''قمار'' کہتے ہیں، جیسا کہ علامہ نوویؒ (۶۳۱ـ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

ان فی القمار لیس فیھم الا من یعطی مرۃ و یاخذ مرۃ۔(۲۷)

قمار کا معاملہ ایسا ہے کہ اس میں کبھی دینا بھی پڑتا ہے اور کبھی مل بھی جاتا ہے۔

اسی طرح علامہ شامیؒ نے لکھا ہے:

یزداد تارۃ و ینقص اخری۔(۲۸)

قمار میں کبھی بڑھ جاتا ہے اور کبھی گھٹ جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ لاٹری کی تمام صورتوں میں سود اور قمار دونوں پایا جاتا ہے، اس لیے وہ ناجائز وحرام ہیں، چناں چہ اکثر علما اکابر نے بھی لاٹری کو حرام و ناجائز قرار دیا ہے۔(۲۹)

---

(۲۷) المجموع شرح المذھب ۱۵/۱۵۰

(۲۸) ردالمحتار علی الدر المختار، باب الحظر والاباحۃ ۹/۵۷۷

(۲۹) حلال وحرام ۳۸۰ نیز دیکھیے جواہر الفقہ ۲/۳۴۴، فتاوئ محمودیہ ۱۲/۳۵۸، اسلامی فقہ ۲/۲۵۶، ایضاح النوادر ۱/۱۳۳

مولانا نور احمد بغدادی

امام احمد ابن حنبل کی علمی و اجتہادی خدمات

ایک لمبی کش مکش اور خوں ریز تاریخ کے ساتھ خلافت امویہ کی فائل ۱۳۲ھ میں دمشق کے کھنڈرات میں بند ہوگئی اور زمام اقتدار عباسیوں کے ہاتھ آگئی جنھوں نے ایک طرف اپنے خلاف سلگنے والی ہر قسم کی بغاوت کی آگ بڑے سفاکانہ انداز سے بجھانے کی کوشش کی۔ تو دوسری طرف عام رفاہی کام، امور سلطنت میں عام اصلاحات اور علم و علما کی خدمت بھی خوب کی، جس کے نتیجے میں جہاں ایک طرف بغاوتوں میں کمی آئی، عام لوگوں نے سکون کی سانس لی اور امن و امان کا ماحول پیدا ہوا تو دوسری طرف علمی تحریک کو بھی تقویت ملی، علوم وفنون کے سوتے پھوٹ پڑے، تدوین و تالیف اور ترجمہ نگاری کا ایسا حسین آغاز ہوا کہ دوسری قوموں کے بھی موروثی ذخیرے محفوظ کر لیے گئے۔ سسکتی اور دم توڑتی افلاطونی اور سقراطی فکریں عربی تحریروں میں قید کر لی گئیں۔ علم ومعروف کا کوئی ایسا گوشہ نہیں بچا جس کی اپنی باضابطہ فوج نہ تیار ہوگئی ہو، روایت و درایت، حدیث وفقہ، نحو وصرف، لغت وادب، تفسیر وکلام، منطق و فلسفہ، ہر میدان میں ہر سمت قابلِ قدر علمی پیش رفت عمل میں آئی۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں:

> ۱۴۳ھ میں علمائے اسلام نے حدیث و فقہ اور تفسیر کی تدوین شروع کردی، چنانچہ مکہ میں ابن جریج نے تدوین کی، مدینہ میں امام مالک نے مؤطا لکھی، شام میں اوزاعی، بصرہ میں ابن ابی عروبہ اور حماد بن سلمہ وغیرہما نے تصنیفی کام کیے، یمن میں معمر، کوفہ میں سفیان ثوری نے تدوین کا کام انجام دیا، ابن اسحاق نے مغازی لکھا جب کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

☆ الولایۃ الخاصۃ اقوی من الولایۃ العامہ ☆ ولایتِ خاصہ ولایتِ عامہ کی نسبت قوی ہوتی ہے